ہندوستان کے چار نامور شہنشاہوں کی

شاہی سیر کشمیر

یعنی

مغل اعظم شہنشاہ اکبر، شہنشاہ جہانگیر، شہنشاہ شاہجہاں

اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سیاحت

کشمیر کے دلچسپ و پُر لطف حالات کوائف

مرتبہ

محمد الدین فوق

ذی الحجہ سنہ ۱۳۴۸ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۳۰ء

ہماری مطبوعات اور محکمہ تعلیم جموں و کشمیر

ترجمہ چٹھی نمبر ۱۹۰ مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء منجانب صاحب سیکرٹری ہوم منسٹر
ایجوکیشنل برانچ گورنمنٹ جموں و کشمیر

بحوالہ آپ کی چٹھی مورخہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء میں آپ کو دفتر ہذا کی چٹھی نمبر ۱۵-۱۲۱
مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۲۸ء کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ کی مندرجہ ذیل شدہ کتب
پہلے ہی سے سکولوں کی لائبریریوں اور تقسیم
انعامات کے لئے منظور ہو چکی ہیں۔ فہرست
ہذا میں آپ کی کتاب حکایات کشمیر کا کوئی
تذکرہ نہیں ہے۔ وہ اب موصول ہوئی ہے
اور اس پر غور کیا جا رہا ہے

۱۔ حکمت کے موتی
۲۔ روایات اسلام
۳۔ سوانح عمری مولانا غنی
۴۔ مشاہیر کشمیر
۵۔ مکمل تاریخ کشمیر
۶۔ کشمیر کی رانیاں

یہ کتاب یعنی حکایات کشمیر بھی صاحب
ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم جموں و کشمیر نے ۹ اکتوبر ۱۹۲۹ء
کی چٹھی نمبری ۲۴۴ کے ذریعہ سکولوں کی لائبریریوں
اور انعامی کتابوں کے لئے منظور فرمائی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ جموں و کشمیر
کے صاحبان انسپکٹران مدارس اور ان کے اسسٹنٹ صاحبان اور ہائی، مڈل
اور پرائمری سکولز کے ہیڈ ماسٹر صاحبان ہماری مقبول عام کتابوں کی طرف جو
طلبائے کشمیر کے لئے نہایت مفید ہیں خاص توجہ فرما کر ہماری سرپرستی فرمائیں گے۔

ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور کا سلسلہ تالیف ۱۶

ہندوستان کے چار نامور شہنشاہوں کی

شاہی سیر کشمیر

یعنی

مغل اعظم شہنشاہ اکبر شہنشاہ جہانگیر شہنشاہ شاہجہاں

اور شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سیاحت

کشمیر کے دلچسپ و پُر لطف حالات و کوائف

مرتبہ

محمد الدین فوق

ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ مطابق مئی ۱۹۳۰ء

مطبوعہ کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر چھپی

بار دوم

قیمت فی جلد ۱۲؍

ایسی عالمگیر شہرت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے اکبر نامہ ابوالفضل سے بعض اقتباسات کئے ہیں جو نہ صرف شائقین فن تاریخ کے لئے دلچسپ ہوں گے۔ بلکہ جن سے اس زمانہ کے شاہانہ دورہ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائیگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ خاندان مغلیہ کا وہ نامور تاجدار جو اپنی پائدار شہرت صفحہ تاریخ پر چھوڑ گیا ہے کس راستہ سے کشمیر گیا تھا۔ اور کشمیر کا پرانا راستہ کونسا تھا۔

عہد اکبری کو شروع ہوئے چونتیسواں برس تھا جب دربار اکبری نے اس سیر کشمیر کا[۱] ارادہ کیا جس کا بیان آج لکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے لاہور سے کشمیر تک اس وقت نہ کوئی سڑک تیار تھی نہ شاہراہ موجود۔ راستے کا پتہ لگانا اور اُسے صاف کرکے شاہی جلو کے گذرنے کے قابل بنانا۔ یہ کام سفرمینا آگے آگے کرتے جاتے تھے۔ اور جلوس شاہی پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ جو مقامات راہ میں آتے تھے ان کے انتظام کی دیکھ بھال وہاں کے عاملوں کا عزل و نصب یہ سب کام ساتھ ساتھ ہوتے جاتے تھے۔ کیا زمانہ تھا۔ کیسے سفر تھے۔ اور کیسے مسافر۔ ابوالفضل کی روح کے حق میں دل سے دعا نکلتی ہے جس کا قلم معجز رقم اس سفر کی تصویر الفاظ میں کھینچ گیا ہے۔ لاہور سے روانگی ملاحظہ ہو۔

.. شب شانزدہم اُردی بہشت پس از سپری شدن دو ساعت و چہل و ہشت دقیقہ از آب راوی گزشتند و نزدیک سرائے مادہو سنگھ نزول ہمایوں شد۔ سہ ہزار سنگ تراشان کوہ کن و خارا شگافان فرہاد فن دو ہزار بیلداران کارگزار۔ بہ سرکردگی قاسم خاں دستوری یافتند۔ تا نشیب و فراز ایں راہ شگرف را ہموار سازند دریں منزل سیالکوٹ و بر خے جا در تیول زین خاں کوکہ دادند۔ راجہ بھگونت داس و راجہ تودرمل و قلیج خاں را بدار الملک لاہور گذاشتند تا ہمگی مہمات

[۱] اس سفر میں زین خاں کوکہ۔ شاہزادہ سلیم۔ شہزادہ سلطان راڈ۔ مرزا خان خاناں۔ حکیم ابوالفتح۔ جگن ناتھ۔ رامداس۔ ابوالفضل۔ فیضی۔ سلطان خسرو۔ سلیم یعنی جہانگیر کا بیٹا۔ مرزا کیقباد خلف مرزا حکیم وغیرہ نامور امرائے دربار شاہ کے جلوس میں تھے۔

بہدید لیناں سر انجام باید"

راوی سے پار ہوتے ہی پہلا پڑاؤ شاہدرہ تھا۔ وہاں سے امین آباد، امین آباد سے سودرہ یہاں اجمیر دور اس نواح کا ایک جاگیردار ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ اور علاوہ خلعت اور ایک ایک گھوڑے انعام پانیکے چند پرگنے لے اور مل گئے۔ چوتھی منزل[1] کنارِ دریائے چناب پر تھی۔ اور پانچویں سیالکوٹ کے مضافات ہیں۔ جسے پورکھیری اور بھمبر چھٹی اور ساتویں منزلیں ہوئیں اب پہاڑی علاقہ شروع ہوا۔ بادشاہ کچھ گھوڑے پر اور کچھ پیادہ پہاڑ پر چڑھے۔

غازی کوٹ پر آٹھویں منزل ہوئی اور نویں راجوری پر۔ قاسم خاں نے پہلے ہی پہنچکر خیمے لگا رکھے تھے اُن میں اُترے۔ یہاں مشکل کا سامنا تھا آگے کئی راہیں نکلتی تھیں اور ہر ایک برف سے اٹی ہوئی۔ واقفکار آدمیوں کو راستہ ڈھونڈنے اور بہترین راستہ انتخاب کرنے کیلئے روانہ کر دیا۔ انہوں نے پیر پنجال کو پسند کیا اور ادھر کو چلے۔ آگے رتن پنجال کے قریب ایک موضع ہے تھنہ وہاں آرام کیا۔ یہاں سے کشمیری زبان شروع ہوتی ہے۔ بادشاہ نے جب لوگوں کو یہاں کشمیری زبان بولتے سنا تو بولے۔ "ولایت را از ہمدیگر کوہ و دریا ہا و زبان جدا کردہ"۔ اکبر کو جو چیز اُن اپنے خاندان کے بادشاہوں سے بلکہ دنیا کے تاریخی لوگوں میں بیشتر سے ممتاز کرتی ہے۔ وہ اُسکی وہ خداداد قوت ادراک ہے جسکی بدولت وہ ملکداری کی باریک سے باریک باتوں کو سمجھ جاتا تھا۔ اور باوجود ذی علم نہ ہونیکے نہایت سلیس اور سادہ الفاظ میں اُن باریکیوں کو ادا کر دیتا تھا۔ کون نہیں جانتا کہ زبان کی یگانگت بہت بڑا رشتۂ اتحاد اور زبان کی جدائی بہت بڑا نیہ علیحدگی ہے۔ لیکن قدرتی جغرافی حدود کو جو ملکوں کے درمیان حدفاصل ہیں۔ زبان سے اور زبان کو کوہ و دریا وغیرہ سے بہ حیثیت حدفاصل ہونیکے تشبیہ دینا اسی کا حصہ تھا۔ کاش اہل ملک اس نکتہ پر

---

[1] منزل کا لفظ یہاں ایک دن کے سفر کے معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ ایک ایک مقام کے لیے خواہ وہ کتنے ہی وقت میں طے ہو۔

اس زمانہ میں غور کریں اور خود اپنی تجزیہ کی کوشش کریں۔ جہاں جہاں زبان کی علیحدگی کی کوشش ہو رہی ہے ایک بڑی حد فاصل ایک قوم اور دوسری قوم میں اور ایک صوبہ اور دوسرے صوبہ میں کھڑی کی جا رہی ہے جو کوہ و دریا سے بڑھکر علیحدہ کرنیوالی ثابت ہوگی۔ اکبر کا حکیمانہ قول دیکھکر مجھ سے رہا نہ گیا۔ اور میں نے چند الفاظ ایسے لکھدیئے ہیں جو گو مضمون موجودہ سے غیر متعلق ہیں۔ مگر نہایت ضروری ہیں۔ اب احوال سفر کی طرف غور کیجئے۔

بیرم کلی پر گیارھویں منزل ہوئی۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ نہایت دلکشا جگہ ہے اور آب و ہوا اور رنگارنگ کے پھولوں میں بے مثال ہے۔ کیوں نہو کشمیر کا علاقہ شروع ہو گیا ہے۔ ایک سے ایک جگہ بڑھ کر تھی۔ یا یہاں پڑاؤ پوشانہ تھا۔ اس کی مختصر تعریف یہ ہے "کوہ ہائے پر درخت و لبہا گل و چشمہائے جاں پرور" یہاں پر لطیف ہوا۔ اب برفانی پہاڑ آنے لگے۔ بادشاہ کے ہندوستانی ہمراہی گھبرائے۔ نہ آگے جانیکی ہمت نہ پیچھے جانیکی جرأت۔ بادشاہ نے خود انکو تسلی دی اور پیر پنجال کا پہاڑ ختم کرکے موضع دونیا میں پہنچے اس تیرھویں منزل کی کیفیت ابوالفضل نے مختصر لفظوں میں یوں بیان کی ہے۔

"از سختی سرما سخن سرایید۔ یا شگرفتی برف و سراسیمگی ہندی نژاداں باز نمایید۔ از پلیدی گریوہ حرف زند۔ یا داستان تنگی راہ برگزارد۔ از نشیب و فراز ایں مرحلہ باز گوید۔ یا از چشمہ و درخت و گل پیرو نویسد"۔ اب پہاڑ کے ندی نالوں کی بہتات کی یہ حالت تھی کہ ایک منزل میں چوالیس پل گذرنے پڑے۔ ہیرہ پور پر قیام ہوا۔ مرزا یوسف خاں نے اس مقام کو خیمہ و خرگاہ سے آراستہ کر رکھا تھا۔ یہاں سب نے آرام کیا۔ یوں تو کشمیر سے علیحدہ ہو کر رستے میں بڑی سفر کی سختی کے لحاظ سے ایک سے ایک دشوار اور خوبصورتی کے لحاظ سے ایک دلاویز مگر ہیرہ پور پہنچکر عجیب حالت ہوئی۔ میں ترجمہ کرکے فارسی

عبارت کا لطف کیوں گھٹاؤں ابوالفضل سے ہی سن لیجئے " از نیرنگئ درخت زارد شگفتگئ گلہا و شگرفئ ہوا و نغمہ سرائی آبشارہا زماں زماں حیرت می افزود و آمد و گئے راہ را اصلا می برد لیکن امروز کہ از کوہستان بدشت گزارشد شگفت تماشے کرد۔ جہانے دیگر پدید آمد۔ و نو بہشتے نقاب از رو برگرفت۔ عادتیان را سبب ہیں را محنت راہ یکبارگی فراموش شد۔ و نگاہاں خداپرست بہ خرمئ دیگر شعد ند"

پندرہواں مقام جس کا نام اس مختصر سفرنامہ میں درج ہے سرینگر ہے۔ پچیسویں ماہ خرداد کو سرینگر پہنچے۔ سرینگر کے مقامات گو اب بھی خوشنما ہیں مگر خاص شہر اب سیاح کے دل پر عموماً بہت اچھا نقش نہیں چھوڑتا۔ اس وقت شہر زیادہ خوش رنگ، اور باشندے زیادہ خوشحال او خوش مذاق ہوں گے۔ کہ ابوالفضل لکھتا ہے " سرینگر بزرگ شہرے است بہ دراز آباد۔ رودبار بہت (جہلم) از میان آن برگزرد۔ و دران بدہ تبرچوبیں کا خہا تا بہ پنج آشیانہ برسازند۔ برفراز بامہا لالہ زنگار رنگ گل بکارند۔ و در بہاراں رشک افزائے گلستاں گردد" ابوالفضل نے جو سحر نثر میں کیا ہے وہی جادو بیانی اس کا بھائی فیضی نظم میں کرتا ہے۔ اس کے قصیدے کے یہ شعر کشمیر کی شان میں نہایت مشہور ہیں۔

ہزار قافلۂ عیش میکند شبگیر	کہ بار عیش کشاید بہ عرصہ کشمیر
درو بجائے گیا زعفراں ہمی روید	کہ آب خاک طرب اچنیں بود تاثیر
زمین او چو دل بے غماں طرب خیز است	سپہر کردہ مگر خاک او بیادہ خمیر

سری نگر میں جاتے ہی جو چیز آجکل بھی سب سے نئی اور دلچسپ معلوم ہوتی ہے وہ وہاں کی متحرک آبادی ہے جو کو ٹھی نما کشتیوں میں رہتی ہے جنہیں انگریزی میں ہوس بوٹ کہتے ہیں جب تک جی چاہا ایک جگہ ٹھہرے ذرا جی اکتایا کشتی کو آگے لے گئے جن کشتیوں میں انگریز سیاح فروکش ہوتے ہیں وہ نہایت آراستہ نظر آتی ہیں چھت پھولوں کے گملوں سے

سجی ہوتی ہے۔ شام کو ان آبی مکانوں کے خوش نقش مکیں چھت پر کرسیاں بچھا کر بیٹھے ہوتے ہیں اور کشتیاں آہستہ آہستہ چلتی جاتی ہیں تو عجب بہار دیتی ہیں۔ مگر موجودہ حالت اور اس زمانہ کی حالت کا مقابلہ کرنے کے لئے ذرا تخیل سے مدد لیجئے۔ اب ایک وقت میں چند صد زیادہ سے زیادہ ایسی کشتیاں سری نگر کے قریب نظر نہیں آتیں۔ اس وقت کی رونق کا اندازہ اس سے کیجئے کہ ایک ہزار سے اوپر کشتی بادشاہ اور خاصان دربار کی موجود تھی۔ اور لوگوں کی کشتیوں کا تو شمار ہی نہیں۔ ابو الفضل لکھتا ہے:-

"دریں ملک از سی ہزار کشتی افزوں است۔ لیکن سزاوار نشیمن کشور خدائے نبود۔ کار آگہیان خدمت گزار در کمتر فرصتے گزین کاخہائے دریائی سرانجام نمودند۔ و گلزارے بر سطح دریا اساس نہادند و نام ادران نزدیکان نیز بہمیں روشے آراستہ شد و شہرستانے بہ فراز دریا آبادی گرفت۔"

ان انتخابات میں میں نے فقط وہ حصے لئے ہیں جو غیر معمولی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اگر جزئیات کا ذکر بھی کیا جاتا جو بجائے خود کم دلچسپ نہیں تو اس سے بہت زیادہ لکھا جا سکتا تھا۔ ان حالات کو پڑھکر زبان سے اکبر کی عالی ہمتی کی بیساختہ داد نکلتی ہے۔ اور عہد اکبری کی عظمت و شان کے ساتھ جو چیز اکبر کی پائیدار ہر دلعزیزی کا باعث ہوئی۔ اس کا ذکر کئے بغیر اس مضمون کو ختم کرنا زیبا نہیں۔ رعیت کے آرام اور غریبوں کی حفاظت پر اس شہنشاہ عادل اور اس کے فاضل وزراء کو اس قدر توجہ تھی کہ سری نگر میں پہنچتے ہی حکم دیا کہ شاہی لشکر کا کوئی شخص رعیت کے مکانوں میں نہ اترے اور اپنی آسائش کا بندوبست آپ کرے۔ اور جب سب فرو کش ہو چکے اور ہر طرح سے اطمینان ہوا تو خاص آدمی تعینات کئے گئے جو "پاسبانی زیر دستاں و کاشتکاراں" میں کوشش کریں۔ (از رسالہ مخزن اپریل سنہ ۱۹۱۰ء جلد ۱۹ نمبر ۱)

اکبر اور کشمیر

جب اکبر پہلی مرتبہ کشمیر آیا ہے اُس وقت مرزا یوسف خاں گورنر کشمیر تھا۔ اکبر نے اسی کے

مکان میں قیام کیا۔ سلطان شہاب الدین کے نام پر شہاب الدین پورہ دریا کے کنارے ایک دلکش جگہ تھی۔ بادشاہ یہاں کی سیر سے بہت محظوظ ہوا۔

اہل حرم بھی چند دنوں کے بعد آ پہنچے۔ مریم مکانی اکبر کی والدہ بھی ساتھ تھی۔ اس نے بادشاہ کے پاس آنے کی خواہش کی۔ بادشاہ نے جواب میں لکھا ؎

حاجی بسوئے کعبہ رود از برائے حج — یا رب بود کہ کعبہ بیاید بسوئے ما

کشمیر کا آخری بادشاہ یعقوب شاہ اکبری اقبال کی تاب نہ لاکر جان چھپائے پھرتا تھا۔ آخر گرفتاری کے خوف سے بادشاہ کے پاس عرضداشت بھیجی اس نے جان بخشی کی اور ۲۰ ہزار کی جاگیر مقرر کر کے کشتوار میں رہنے کا حکم دیا۔ جہاں وہ اس واقعہ کے پانچویں سال سنہ [illegible] میں اپنے بھائی کے ہاتھ سے مارا گیا

بادشاہ نے مراج دکامراج کی سیر کشتی کے ذریعہ کی پٹن کے مقام پر جو بارہ مولا اور سرینگر کے درمیان مشہور پڑاؤ ہے۔ ہزارہا روپے کی خیرات کی۔ بادشاہ کا حکم تھا کہ کوئی افسر کوئی اہلکار کوئی سپاہی رعایا کے کسی فرد کو خواہ کسی حیثیت اور کسی مذہب کا ہو تکلیف دیگا تو اس سے سخت بازپرس کی جائیگی۔ چنانچہ رعایا نہایت امن و آرام سے رہی بادشاہ ایک ماہ پانچ دن کی سیر کے بعد واپس لاہور آگیا۔

بادشاہ سنہ ۹۹۷ھ کی سیر کشمیر میں نشاط افزا نظارے دیکھ چکا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ ہر سال کشمیر آیا کرے مگر امرائے دولت برفباری کے خوف اور رستے کی تکلیفات کی وجہ سے اس کا ارادہ بدل دیا کرتے تھے جب سنہ [illegible] میں مرزا یادگار نے (جو مرزا یوسف خاں گورنر کشمیر کے بادشاہ کے ہمراہ آجانے کی وجہ سے حکومت کشمیر کا عارضی ناظم اور مرزا کا بھتیجہ بھی تھا) خوشامدیوں اور مفسدیوں کے کہنے میں علم بغاوت بلند کر لیا۔ ملک خطبہ و سکہ بھی اپنے نام کا جاری کر دیا۔ تو بادشاہ باوجود امرائے دولت کے منع کرنے کے کشمیر کو روانہ ہو گیا۔ شورش کشمیر کس طرح ہوئی اور کسطرح مٹی یہ ایک طویل داستان ہے مختصر یہ ہے کہ یادگار گرفتار ہو کر قتل کیا گیا۔ ۱۵ روز تک اس نے کشمیر میں سکہ و خطبہ اپنے نام کا جاری رکھا۔ باغیوں اور سرکشوں کی تحقیقات ہوئی۔ جو بانی مبانی تھے۔ انکو سزائیں

ملیں اور باقی سب کے لئے عام معافی وجان بخشی کا اعلان ہوا۔ بادشاہ کے تلادان کی رسم سرینگر میں
ادا ہوئی۔ بادشاہ کے حکم سے ابوالفضل نے چودہ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ ابوالفضل لکھتا ہے
”اس ملک میں چور اور گداہست کم پائے جاتے ہیں۔ بادشاہ زعفران کی سیر کو پانپور میں کشتی پر سوار ہو کر
گیا۔ اس کی شادابی و نشاط بخشی اور خوشبو سے بہت خوش ہوا۔ پانچویں دن دیوالی تھی۔ حکم دیا
کہ دریا کے کناروں پر کشتیوں کے اوپر اور مکانات کی چھتوں اور منڈیروں پر چراغ روشن کئے جائیں
حکم کی دیر تھی۔ شہر بقعۂ نور بن گیا۔ امرائے کشمیر اور کشمیر کے شاہی خاندان سے ویسے ہی رشتہ قائم کیا جو
اس نے راجپوتانہ کے ہندو راجاؤں سے کیا تھا۔ شمس الدین چک کی بیٹی کو حرم سرا میں داخل کیا۔ درحسین
چک کی بیٹی کا نکاح شہزادہ سلیم سے کیا۔ ان جدید تعلقات سے کشمیر کی شورش بہت کچھ کم ہو گئی۔
بادشاہ کو کشمیر کی صنعت میں ایک سیاہی دکھائی گئی جو پانی سے اور ہاتھ کے مٹانے سے محو
نہ ہوتی تھی۔ اور لکھنے میں خط کو خراب کرتی تھی۔ بادشاہ کشمیریوں کی اس صنعت سے بہت خوش ہوا
اور انکی ذہانت کی تعریف کی۔ اسی سفر میں بادشاہ نے زینہ لنک کی سیر کی۔ جو جھیل ولر کے
درمیان سلطان زین العابدین نے پانی سے ایک جریب کے قریب بلند چبوترہ پر بڑے تکلف سے
۱۱۶ گز لمبا اور ۲۵ گز چوڑا بنایا تھا۔ نظام الدین طبقات اکبری میں لکھتا ہے۔ جس خوبی سے اس
چبوترہ پر عمارات عالی پانی میں پتھر ڈلوا کر زین العابدین نے بنوائی ہیں اسکی نظیر ملک میں کہیں نظر
نہیں آتی۔ بادشاہ براہ بارہ مولا پکھلی واپس لاہور آ گیا۔ پکھلی میں برف و بارش کی وجہ سے
بادشاہ ایک ماہ تک رُکا رہا۔

اکبر تیسری مرتبہ ۱۰۰۵ھ میں کشمیر گیا۔ آگرہ سے لاہور اور لاہور سے بھمبر میں آیا۔ یہاں
فوج کے کئی حصے کئے۔ ایک حصہ اپنے لئے ایک حرم سرا کے لئے۔ ایک شہزادہ سلیم کے لئے۔
راجوری میں معمول سے زیادہ دن ٹھیرا اور وہاں عظیم پیمانہ پر ایک جشن کیا۔ پیر پنجال کی برف
جسکو دیکھکر ہندوستانیوں اور پنجابیوں کے دم خشک ہو جاتے تھے کاٹ کر ہیرا پور آیا۔ یہاں سے
حال نگری کی سیر کو گیا جس کی ویرانی اس کی آبادی اور جسکے کھنڈرات اسکی عالیشان عمارتوں کا

پتہ بتاتے تھے منزل بمنزل چلتا اور بعض مقامات میں گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیلتا ہوا سرینگر آگیا۔ کوہ ماراں کے نیچے پہاڑ کے دامن میں بہت سی زمین خالی پڑی تھی بادشاہ نے اس کے گرد فصیل اور مکانات بنانے کا حکم دیا۔ اور پھر ایک قلعہ سنگین تعمیر کرایا جس سے کسانوں کی پراگندگی جو کمی بارش کی وجہ سے بڑھ رہی تھی۔ اور گرانی اجناس کو جو بادشاہی سپاہ کے آنے سے بہت زیادہ ہو گئی تھی دور کر دیا۔ شہر میں بادشاہی حکم سے بارہ مقامات پر عام لنگر جاری ہوتا جہاں ہر حاجتمند کو کھانا ملتا۔ اس کے علاوہ ہر یکشنبہ (اتوار) کو عیدگاہ میں قریباً ۸ ہزار بھوکوں کو خوراک ملا کرتی۔

قلعہ کی تعمیر نے غریب آدمیوں کو مزدوری پر لگا کر جانکاہی و جان کندنی سے بچا دیا بادشاہ کے پاس رپورٹ پہنچی کہ کارپردازان سلطنت اور ان کے ماتحت اہلکار زمینداروں پر بہت ظلم کرتے ہیں۔ بادشاہ نے گرد ہا گروہ زمینداروں کی جمع معاف کر دی۔ ظالموں کو سزائیں دیں۔ اور کشاورزی کے لئے بہت کچھ مدد دی۔ بادشاہ نے سرینگر میں مرزا یوسف خاں گورنر کشمیر کا وہ محل بھی دیکھا جس کے تین سوزینے تھے۔ شہاب الدین پورہ اور زینہ لنک کی دلفریبیوں اور دلچسپیوں نے پھر اس کا دامن دل کھینچا۔ چنانچہ بادشاہ اس سفر میں بھی ان مقامات کی سیر سے محظوظ ہوا۔

بادشاہ کے حکم سے دریا میں ایک ایسا جہاز بنایا گیا جیسا سمندر میں چلتا ہے۔ بادشاہ نے اس میں بیٹھکر دریا کی خوب سیر کی۔

کشمیریوں میں خصوصاً ہندو کشمیریوں میں ایک روایت ہے کہ ۱۳ بھادوں کی رات کو دریائے بہت (جہلم) جو شہر کے اندر بہتا ہے پیدا ہوا تھا اس لئے سب لوگ اس رات کو خوشی مناتے ہیں۔ اکبر تو عجیب طبیعت لیکے آیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا سب کا مذہب میرا مذہب ہے اس نے حکم دیا بادشاہ بھی اس خوشی میں شریک ہوگا۔ چنانچہ دریا کے کناروں پر۔ پہاڑوں پر کشتیوں پر۔ مکانات پر چراغوں کی روشنی نے شہر کو نورستان بنا دیا۔

بادشاہ کے حکم سے ایک دلکشا۔ کان لکڑی کا جسکو کشمیر میں لڑی کہتے ہیں بنا دیا گیا۔ بادشاہ نے اس خوشی میں وہاں جشن کیا۔ اور لوگوں کو باریابی کا موقع دیا۔ اور انعام و اکرام عطا کیے۔

خزاں کے دن تھے لیکن بادشاہ نے اس موسم میں بھی سرینگر کے باغوں میں سیب وشفتالو اور انگور وچنار کی فصل دیکھی۔ بادشاہ نے خزاں کی رنگ آمیزیوں پر بہار کا عالم دیکھ فرمایا ؎

ذوقِ فنا نیافتہ ورنہ در نظر　　　رنگیں تراز بہار بود جلوۂ خزاں

بادشاہ چاہتا تھا کہ کل ایام گرما وسرما اسی عشرتگاہ (کشمیر) میں بسر ہوں لیکن بادشاہ کے ہمراہی اور اس کی فوجیں اور اہل حرم یہاں کے زمستان کا نام ہی سنکر لرز جاتے تھے۔ اس لئے بادشاہ گلزار زعفران (پامپور) میں سات روز قیام کرنیکے بعد پیر پنجال کی راہ سے لاہور واپس آگیا۔ یہ سفر ایک ماہ دس روز میں طے کیا گیا۔

جہانگیر کشمیر میں

تزک جہانگیری کو پڑھیئے۔ جہانگیر میں مظاہر فطرت ومناظر قدرت کی ایک عجیب استعداد خداداد نظر آئیگی۔ آسکو باغوں اور پھولوں کا خاص شوق تھا۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ جب کسی نے پھولوں کا کوئی گلدستہ پیش کیا ہے تو اس نے اپنی چلتی سواری ٹھیرالی ہے اور اس گلدستہ کو خود ہاتھ میں لیا ہے۔ اپنی عظیم الشان سلطنت کے بڑے بڑے نالابوں جھیلوں اور آبشاروں کی حسن وخوبی کو خوب بیان کرتا ہے۔ اور ہمالیہ پہاڑ کے مناظر ومظاہر کی نہایت دلکش تصویر کھینچتا ہے وہ کشمیر بھی گیا اور کئی مرتبہ گیا۔ راستوں کی کیفیت کشمیر کے سبزہ زاروں مرغزاروں اور ڈل کے نظاروں سے وہ نہایت محظوظ ہوا۔ یہ تمام حالات اس نے اپنی

تو زک میں اپنے قلم سے تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ یہاں صرف ناظرین کی تفنن طبع کیلئے ان کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے بعض حالات میں اب بہت سا تفاوت ہے جیسے پرگنوں اور کشتیوں کی تعداد، محاصل کشمیر کا ذکر جنکو واقفکار ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

رستے کی کیفیتیں حسن ابدال سے کشمیر تک جس راہ سے بادشاہ آیا چھتر کوس کی مسافت تھی جسکو بادشاہ نے ۱۹ کوچ اور ۶ مقام کر کے ۲۵ روز میں طے کیا حسن ابدال کا حال بادشاہ نے تفصیل سے لکھا ہے وہ لکھتا ہے کہ اس منزل سے آگے پہاڑ کے نشیب و فراز کثرت سے ہیں سارے لشکر کا ایک ہی دفعہ گذرنا محال تھا۔ اس لئے یہ طے پایا کہ حضرت مریم مکانی بیگمات کے ساتھ توقف کریں اور سہولیت کے ساتھ تشریف لائیں۔ بیوتات کے میر سامان مدارالملک اعتمادالدولہ وغیرہ کو حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے آدمی گذریں رستم مرزا صفوی اور خان اعظم اور ان کی جماعت کو ہدایت ہوئی کہ پونچھ کی راہ سے آؤ۔ بادشاہ خود خدمتگاروں کے ساتھ موضع سلطان پور میں آیا۔ اس ملک کے آدمیوں کی زبانی سنا کہ بجز ایام برسات میں جبکہ بجلی اور بارش کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اس پہاڑ سے صدائے ابر کی مانند آواز آتی رہتی ہے جس سے اس کا نام کوہ گرنج مشہور ہو گیا ہے۔ ۲۰ سال ہوئے جب سے یہاں قلعہ کوہ پر ایک قلعہ بنایا گیا ہے آواز کا آنا موقوف ہے اس قلعہ کو گندھ گڑھ کہتے ہیں جو بظاہر گنج گڑھ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ پہاڑ درختوں اور سبزہ کے ہونے سے خشک اور برہنہ ہے۔ سلہر اور نوشہرہ کے حالات میں بادشاہ لکھتا ہے :۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ یہ قطعہ سبزہ زاروں سے شگفتہ اور پھولوں سے گلریز نظر آتا تھا۔ سلہر میں ایک پھول دیکھا کہ اندام میں گل خطمی کے برابر اور رنگ میں سرخ آتشیں تھا۔ اسی رنگ کے اور بھی بہت پھول تھے۔ لیکن وہ سب چھوٹے تھے۔ دور سے ان پھولوں کا نظارہ نہایت دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ دامن کوہ میں بھی نہایت عجیب منظر تھا۔ یہاں سے گذر کر پکھلی کے علاقہ میں داخل ہوا جہاں معمولی برفباری سے بھی روشناس ہونا پڑا۔ چمبہ اس راہ میں کثرت سے تھا شفتالو اور زرد آلو کے درختوں میں شگوفے لگے ہوئے تھے صنوبر کے درخت مثل سرو کے دیدہ فریب تھے

پکھلی کا رئیس سلطان حسین مرزا زمیں بوس ہوا۔ اس نے اپنے مکان پر مجھے مدعو کیا۔ چونکہ والد ماجد (اکبر) بھی دوران سفر کشمیر میں اس کے گھر گئے تھے۔ اس لئے میں نے اس کی درخواست منظور کر لی اور اس کے ہمسروں میں اس کا درجہ بڑھایا۔ یہاں میوے بغیر پرورش کے خود رو ہوتے ہیں اس علاقہ میں کشمیر کی روش پر خانہ و منازل چوب سے بناتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ چند منزل تک ایسی بستی نہیں ہے۔ کہ وہاں غلہ اس قدر ملجائے کہ لشکر کفایت کرے اس لئے ہاتھیوں اور ہمراہیوں کی تخفیف ہوئی۔ جو بعد میں ہمارے ساتھ آشامل ہوئے۔ پانچ کوس کے فاصلہ پر نین سکھ کی ندی آئی جو بدخشاں اور تبت کے درمیانی پہاڑوں سے نکلتی ہے۔ ندی کی دونوں شاخوں پر دو پل ایک ۱۸ گز دوسرا ۱۴ گز طولانی اور عرض میں صرف پانچ گز بنائے گئے۔ ہاتھیوں کو پایاب اُتارا اور سوار اور پیادے پل پر سے اُترے۔ یہاں پل لکڑی کے بنائے جاتے ہیں۔ اور سالہا سال برقرار رہتے ہیں تین کوس کے قریب چلکر دریائے کشن گنگا کے کنارے پر منزل ہوئی۔ راہ میں ایک پہاڑ جس کا ارتفاع ڈیڑھ کوس ہے واقع ہے پل سے گزر کر ایک آبشار آتا ہے۔ جو نہایت لطیف و صاف ہے میں نے نہایت شوق سے سایہ درخت میں اُس کا پانی پیا۔ اُس پل کے محاذ میں دوسرا پل میں نے بھی تعمیر کرایا۔ پانی عمیق اور تند تھا۔ ہاتھیوں کو ننگا اس دریا سے عبور کرایا گیا۔ دریا کے مشرق میں عین پہاڑ پر میرے باپ کے حکم سے ایک پختہ سرائے پتھر اور چونے کی بنی ہوئی ہے۔

بادشاہ مقام بتول (؟) سے کچھ آگے نکل گیا تھا کہ برف و باراں نے اُسے گھیر لیا جہانگیر مع اہل حرم اس بلائے آسمانی سے بچنے کیلئے معتمد خاں مصنف اقبالنامہ جہانگیری کے خیمہ میں جو بالکل خالی تھا چلا گیا۔ اور وہاں شبانہ روز رہا۔ جب معتمد خاں کو خبر ہوئی تو وہ پیادہ پا ڈھائی کوس کی مسافت کر کے دوڑا آیا۔ جو کچھ نقد و جنس اس کی بساط میں تھی۔ بادشاہ کے پیش کی۔ بادشاہ نے نقد معاف کر دی اور فرمایا۔ متاع دنیا ہماری چشم ہمت میں ہیچ ہے۔ ہم جوہر اخلاص کو گراں بہا سے خریدتے ہیں۔

راجہ کشتواڑ کی حاضری غرض ۱۵ ربیع الاول ۱۰۲۹ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۶۲۰ء کو سرحد کشمیر میں بادشاہ حسب شہاب الدین پور میں آیا۔ تو دلاور خاں حاکم کشمیر بادشاہ کی پیشوائی کے لئے اس منزل پر حاضر ہوا۔ راجہ کشتواڑ کی سرکوبی کے لئے جو اپنے آپ کو سرکش و خودمختار سمجھتا تھا۔ دلاور خاں کو دس ہزار جنگی سواروں اور پیادہ کی جمعیت دیکر کشتوار روانہ کیا۔ راجہ دو ایک معمولی لڑائیوں کے بعد تاب منفاومت نہ لایا۔ گرفتار ہو کر جہانگیر کے حضور میں لایا گیا۔ جہانگیر لکھتا ہے راجہ کی شکل وجاہت سے خالی نہیں تھی اس کی پوشش اہل ہند کی روش پر تھی۔ اور وہ ہندی اور کشمیری خوب بولتا تھا۔ وہ اپنے فرزندوں کو بادشاہ کی ملازمت میں دیکر مرحمت شاہی سے سرفراز ہوا۔

کشمیر کے قدیم فرمانروا جہانگیر لکھتا ہے کشمیر اقلیم چہارم میں ہے۔ عرض اس کا خط استوا سے ۳۵ درجہ اور طول اس کا جزیرہ سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے۔ اس ملک میں قدیم سے ہندو راجہ حکومت کرتے تھے۔ ان کی حکومت کی مدت چار ہزار سال بیان کی جاتی ہے۔ ان کا حال تاریخ راج ترنگنی میں جو والد ماجد کے حکم سے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ ہو چکی ہے مفصل مرقوم ہے ۷۱۲ھ میں اس ملک نے نور اسلام سے روشنی پائی ۳۲ مسلمان بادشاہوں نے ۲۸۲ برس اس ملک پر سلطنت کی ہے ۹۹۴ھ میں والد ماجد نے اس کو فتح کیا۔ اور اس تاریخ سے اب تک ۳۵ سال ہوئے ہمارے قبضہ میں ہے

شہر سرینگر شہر کا نام سرینگر ہے۔ اس کی آبادی کے اندر سے دریائے بہت و جہلم گذرتا ہے۔ اس کے سرچشمہ کا نام ویرناگ ہے وہ شہر سے چودہ کوس پر جانب جنوب واقع ہے میں نے اس چشمہ کے اوپر ایک عمارت اور باغ ترتیب دیا ہے شہر میں چار پل سنگ و چوب کے نہایت مستحکم بنے ہوئے ہیں۔ اس ملک کی اصطلاح میں پل کو کدل کہتے ہیں۔ شہر میں ۷۹۵ھ میں ایک مسجد نہایت عالی سلطان سکندر نے بنائی تھی۔ ایک مدت کے بعد وہ جل گئی ۹۰۹ھ میں ابراہیم ماگرے وزیر

سلطان حسین کے زمانہ میں دوبارہ تعمیر ہوئی۔ حکام کشمیر کی سب سے عمدہ یادگار یہی مسجد ہے۔ آدمیوں کی آمدورفت اور غلہ وغیرہ کا کاروبار اکثر کشتیوں ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شہر اور پرگنوں میں ۵۷۰۰ کشتیاں اور ۷۴۰۰ ملاح ہیں۔

انتظام اور آمدنی وغیرہ | کشمیر میں ۳۸ پرگنے ہیں جن کے دو حصے کئے گئے ہیں بالائے آب کو مراج اور پایان آب کو کامراج کہتے ہیں۔ ہر خروار تین من ۸ سیر وزن کا ہے کشمیری دو سیر کو ایک من اور چار من یعنی ۸ سیر کو ایک ترکھ کہتے ہیں۔ ولایت کشمیر کی جمع ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار پچاس خروار اور گیارہ ترکھ ہے جو بحساب نقدی سات کروڑ ۴۶ لاکھ ۷۰ ہزار دام ہوتی ہے۔

کشمیر کی بہار | جہانگیر اکثر کہا کرتا تھا۔ کہ کشمیر میری قلمرو میں بہشت روئے زمین ہے اور اسی لئے ہر سال کشمیر کی سیر کو جاتا تھا۔ اس نے کشمیر کی بہت تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے۔ کشمیر ایک باغ ہے سدا بہار۔ قلعہ ہے آہنیں حصار بادشاہوں کے لئے ایک گلشن عشرت افزا ہے۔ درویشوں کے لئے ایک خلوتکدہ دلکشا ہے چمن خوش۔ آبشار دلکش۔ آب ہائے رواں شرح و بیان سے زیادہ اور چشمہ سار حساب و شمار سے باہر ہیں۔ بہار میں کوہ و دشت اقسام شگوفہ سے مالامال۔ در و دیوار اور صحن و بام گھروں کے مشعل لالہ سے بزم افروز ہیں۔ کشمیر میں لکڑی کے مکانات یک منزلہ سے ۴ منزلہ تک بناتے ہیں اور چھتوں کو خاک پوش کر کے پیاز لالہ کو سال بہ سال لگاتے ہیں۔ موسم بہار میں وہ کھلکر نہایت خوشنما معلوم ہوتا ہے" استاد منصور" نے جو تصویریں کھینچی ہیں وہ سو سے زیادہ ہیں۔

باشندوں کے حالات اور دیگر کوائف | چنا اس ملک میں اول سال خوب پیدا ہوتا ہے دوسرے سال کم۔ اور چھوٹا۔ اور تیسرے سال مونگ کی دال کے برابر ہوتا ہے زمانہ سابق میں یہاں اچھا اور قد آور گھوڑا اور گاؤ اور گاؤمیش بالکل

کمیاب تھے۔ تازہ طعام کھانیکا رواج بہت کم ہے۔ عموماً ایک وقت کا پکا ہوا دو وقت
کھاتے ہیں۔ طعام میں نمک ڈالنے کا رواج اس قدر کم ہے کہ مردوں کے چہرہ پر نمک کا اثر
نہیں ہے۔ عورت و مرد کا ملبوسات پشمینہ متعارف پٹو ہے۔ اس ملک کے باشندوں کا
قول ہے کہ اگر ہم یہ نہ پہنیں تو ہوا کا اثر جسم پر ایسا ہوتا ہے کہ کھانا ہضم نہیں ہو سکتا
اس پٹو کا ایک کرتہ عورتیں تین چار سال تک پہنتی ہیں اور کبھی اسکو دھلواتی نہیں۔ بجائے
پانی کی یہ بہتات ہے کہ ہر محلہ میں نہر جاری ہے۔ اس قطعہ زمین کے باشندے جودت فہم
و ذکا اور جوہر شادت سے آراستہ ہیں۔ کشمیری گول پگڑی پہنتے ہیں۔ آزار پہننا عیب جانتے ہیں۔
کرتہ دراز و فراخ سر سے پا تک پہنتے ہیں۔ اور کمر باندھتے ہیں۔ اس ملک کے آدمی سوداگر اور
اہل حرفت ہیں۔ سنی شیعہ اور ہنود کے علاوہ ایک فرقہ نوربخشی مذہب کا بھی ہے جو اہل سنت
اہل تشیع دونوں کے برخلاف ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ عبادات و معاملات میں اس فرقہ نے
اس قبیل کے تصرفات کئے ہیں کہ تفرقہ عظیم ہو گیا ہے۔ میں نے ان کی کتاب موسومہ نوربخشیہ
علمائے ہندوستان کے پاس فتوے کے لئے بھیجی۔ جنہوں نے بالاتفاق لکھا کہ اس قسم کی
کتاب کا مٹا دینا اور معدوم کر دینا واجبات و فرائض سے ہے۔ برہمنوں اور مسلمانوں کا
لباس یکساں ہے لیکن برہمنوں کی مذہبی کتابیں سنسکرت زبان میں ہیں وہ اُن کو
پڑھتے ہیں۔ اور بت پرستی کی شرائط کو ادا کرتے ہیں۔ بتخانوں کی عمارتیں سنگین ہیں
اور بنیاد سے لیکر چھت تک ان میں تیس تیس چالیس چالیس من کے پتھر لگے ہوئے
ہیں۔ شہر کے متصل کوہ ماراں یا ہری پربت ہے۔ جہاں والد ماجد نے ایک قلعہ بنوایا
ہے۔ میں نے یہاں ایک باغ لگایا جس کا نام نور افزا رکھا ہے۔

کشمیر میں نئی باتوں کا رواج

اقبال نامہ میں لکھا ہے کہ اکبر کے عہد میں کشمیر کا حاکم مرزا حیدر تھا۔ اس
کے زمانہ میں کشمیر میں اسپ کلاں کی سواری اور بنائے عمارات دلنشیں
اور اکثر وضع معقول کا رواج ہوا۔ اشجار میوہ دار کے پیوند لگانے کا رواج اکبر کے

زمانے سے پہلے تمام ہندوستان میں بھی نہ تھا۔ اس کو محمد قلی افشار داروغہ باغات کشمیر
نے رواج دیا۔ اول کابل سے شاہ آلو کو منگوا کر پیوند دیا گیا تو یہاں کی آب و ہوا اسکو
موافق آئی۔ جب اس میں کامیابی ہوئی تو اور بھی کئی درختوں کو آزمایا گیا۔ جن سے خوش ذائقہ میوہ کی

دریائے جہلم کی سیر | جہانگیر لکھتا ہے جمعہ کو میں ویری ناگ کے سرچشمہ دریائے بہت (جہلم)
کی سیر کو روانہ ہوا۔ پانچ کوس کشتی میں گیا۔ موضع پان پور کے باہر اترا لیکن کشتواڑ سے
جب یہ خبر آئی۔ کہ نصر اللہ عرب کو (جس کو دلاور خاں حاکم کشتواڑ کشتواڑ کی فتح اور راجہ کی
گرفتاری کے بعد کشتواڑ کا محافظ بنا آیا تھا) کشتواڑیوں نے اس کے ظلم و تشدد کی وجہ سے
ایک لڑائی میں مار ڈالا ہے تو تمام سیر منغص ہو گئی۔

کشت زعفران | جہانگیر جب سیر کشمیر سے فارغ ہو کر ہندوستان کو واپس چلا تو زعفران
کے پھول کھل رہے تھے۔ بادشاہ شہر سے کوچ کر کے موضع پان پور میں آیا جو زعفران
کی پیدائش کے لئے تمام کشمیر میں مشہور ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے۔ جہاں تک نظر کام کرتی
تھی پھول ہی پھول دکھائی دیتے تھے۔ اس کی نسیم دماغوں کو معطر کرتی تھی۔ زعفران کا
منہ زمین سے پیوستہ ہوتا ہے۔ اس کے پھول کی پانچ پتیاں بنفشہ کے رنگ کی ہوتی
ہیں۔ یہ معمولی سالوں میں ۴۰۰ من یعنی ۳۲۰۰ خراسانی من پیدا ہوتا ہے۔ نصف حصہ
خالصہ یعنی بادشاہ کا ہوتا ہے۔ اور نصف حصہ رعایا کا۔ ایک سیر دس روپیہ کو فروخت
ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ نرخ کم و بیش بھی ہو جاتا ہے۔ گل زعفران کو تول کر کاریگر اپنے گھر
لے جاتے ہیں اور زعفران اس میں سے نکالتے ہیں۔ وہ اس کو بادشاہی ملازموں
کو دیتے ہیں۔ اور اپنی اجرت میں اُن سے زعفران کے وزن کے برابر نمک لیتے ہیں
کشمیر میں نمک نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں سے آتا ہے۔

کشمیر میں عمارات جہانگیری۔ | بادشاہ چونکہ سفر کشمیر کے تجربہ سے برف و باراں
کی تکالیف اٹھا چکا تھا۔ اس لئے اس نے حکم دیا کہ کشمیر سے انتہائے کوہستان تک

ہر منزل میں بادشاہ اور اس کے اہل حرم کیلئے ایک عمارت عالیشان تعمیر کی جائے۔ کہ سرما اور برف میں خیموں میں گزارہ نہیں ہو سکتا۔ کشمیر کے معماران چابکدست اور کارداران زیرک نے بہت تھوڑے دنوں میں یہ عمارتیں تعمیر کر دیں۔ بادشاہ نے ایک باغ تعمیر کرایا۔ اس میں ایک تصویر خانہ بنوایا۔ جس میں سب سے اوپر اکبر اور ہمایوں کی تصویر تھی۔ پھر اپنی اور اپنے ہمعصر شاہ عباس والئے ایران کی۔ پھر درجہ بدرجہ شہزادوں اور امرائے خاص کی تصاویر رکھی گئیں۔

تھنہ در راجوری کے راستے واپسی

جہانگیر میں یہ بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ جن مشہور اضلاع و مقامات میں سے گذرتا تھا۔ ان کے تاریخی حالات کی خوب تحقیقات کرتا اور وہاں کے باشندوں کی حالتیں۔ رسم و رواج۔ طرز معاشرت آب و ہوا۔ غرض ہر چیز کا بیان لکھتا چنانچہ واپسی کے وقت جب وہ تھنہ میں پہنچا جو پیر پنجال کے نشیب میں واقع ہے اور وہاں سے راجوری کو روانہ ہوا۔ تو اس منزل کی کیفیت میں لکھتا ہے کہ یہاں کے آدمی فارسی اور ہندی دونوں زبانیں بولتے ہیں۔ اصل زبان ان کی ہندی ہے قرب و جوار کے سبب سے کشمیری بھی عام طور پر بولی جاتی ہے۔ یہاں کی عورتیں پشمینہ کا لباس نہیں پہنتیں۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح ناک میں نتھ کا استعمال کرتی ہیں راجور کے باشندے پہلے زمانے میں ہندو تھے۔ یہاں کے رئیس کو راجہ کہتے ہیں۔ ہر چند یہاں مسلمان کثرت سے ہیں لیکن ہندو پنے کی رسمیں اُن میں جاری تھیں۔ یہاں تک تو ہوتا تھا۔ کہ ہندو عورتوں کی طرح مسلمان عورتیں بھی اپنے خاوند کے ساتھ زندہ دفن ہو جاتی تھیں۔ اکثر لیفاعت اور جاہل آدمی اپنی لڑکیوں کو ہلاک کر ڈالتے تھے۔ ہندوؤں سے رشتہ داری بھی جاری تھی۔ لڑکی دیتے بھی تھے اور لیتے بھی تھے جہانگیر لکھتا ہے کہ یہ حالات جب میرے گوش گزار ہوئے۔ تو میں نے سختی سے ایک فرمان جاری کیا۔ کہ پھر یہ باتیں نہ ہونے پائیں۔ اور جو کوئی ان کا مرتکب ہو اس کا

مرتکب ہو اس کو خوب سزا دی جائے کسی مسلمان کا کسی ہندو کو لڑکی دینا سخت جرم قرار دیا گیا۔ لڑکی لینا چنداں جرم نہیں تھا۔

شاہجہان کی سیاحت کشمیر

شاہجہان عالم شہزادگی میں تو باپ کے ساتھ کئی مرتبہ کشمیر کی سیر کر چکا تھا۔ لیکن جب سے بادشاہ ہوا تھا نہ لاہور آیا تھا۔ اور نہ کشمیر ہی گیا تھا جلوس کے ساتویں سال یعنی سنہ ۱۰۴۳ھ مطابق سنہ ۱۶۳۴ء میں تیسری شعبان کو وہ اکبرآباد (آگرہ) سے لاہور کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوا۔

بادشاہ عدل پرور اور رعایا گستر تھا۔ اُس نے حکم دیا کہ لشکر کے گذرنے سے رعایا پامال نہ ہو۔ اگر لوٹنے والے کے ہاتھوں میں زراعت کا ایک پودا بھی دیکھا جائے تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں۔ اور صاحب کاشت کو اس کی قیمت دُگنی دلائی جائے۔ اور اگر کہیں بہ امر مجبوری افواج کی کثرت اور انبوہ عظیم اور راہوں کی تنگی خصوصاً کوہستانی رستوں کی مشکلات کی وجہ سے زراعت پامال بھی ہو تو خدا ترس امین اس کی برابر دردبنائیں اور رعیت کا حصہ رعیت کو اور جاگیردار کا حصہ جاگیردار کو بشرطیکہ دو ہزاری منصب سے کم درجہ رکھتا ہو۔ سرکار سے نقد دلایا جائے۔

دوستو! یہ خالی باتیں ہی نہ تھیں طفل تسلیوں کے لئے کاغذی ناؤ ہی نہیں چلتی تھی۔ حصول انصاف کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہا دینے کے باوجود مہینوں اور برسوں تک انتظار نہیں کرنا پڑتا تھا۔ ان باتوں پر عمل ہوتا تھا۔ اور سختی سے ہوتا تھا۔ اور فوراً ہوتا تھا۔

بادشاہ ۶ شوال کو لاہور پہنچا۔ آصف خاں (نورجہاں کے بھائی) نے اپنی عالیشان حویلی[1] میں بادشاہ کی دعوت کی اور چھ لاکھ روپیہ پیشکش میں دیا۔ ۲۴ ذیقعدہ کو بادشاہ کشمیر روانہ ہوا۔ لاہور سے بھمبر تک اپنے رعایا پرور احکام کی تعمیل کراتا آیا۔ یہاں اونٹوں کو چھوڑ دیا گیا۔ اور بار برداری کے لئے گھوڑے اور خچر مہیا کئے گئے۔ بھمبر سے کوہستان کشمیر اس زمانہ میں بارہ منزل اور ۷۴ کوس تھا۔ جہانگیر نے گیارہ منزلوں میں عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ ہر ایک عمارت میں دولت خانہ خاص بھی بنایا۔ بادشاہ رستے کے مناظر دیکھتا۔ لوگوں کی فریادیں اور شکایتیں سنتا۔ رؤساء امرا کی نذریں قبول کرتا۔ ۱۸ ذی الحجہ یعنی ۲۴ دن کے بعد کشمیر کے دارالخلافہ سرینگر میں پہنچا۔ اس زمانہ میں ظفرخاں احسن گورنر کشمیر تھا۔ شاہجہاں ہر صبح و شام دلکشا باغوں میں بزم نشاط آراستہ کرتا۔ لالہ و ریاحین اشجار سراپا بہار و اشجار رنگین۔ انہار و چشمہا و زلال و شیریں سے دل و دماغ کو فرحت بخشتا۔ بادشاہ نے محرم یہیں گزارا۔ ۱۲ ربیع الاول کو محفل میلاد اپنے خاص اہتمام سے منعقد کی اور خاص و عام کو اس میں بلایا۔ اس موقعہ پر کشمیر کے علماء و فضلا، صلحا و حفاظ کو خلعت گراں بہا مرحمت فرمائے۔ مدد معاش میں کسی کو جاگیر دی کسی کا نقد روزینہ مقرر کر دیا۔ حکم دیا کہ ہر سال بادشاہ کی طرف سے محفل میلاد بارہ ہزار روپے کے خرچ سے ہوا کرے۔

---

[1] یہ حویلی ۲۰ لاکھ کی لاگت سے بنی تھی۔ آصف خاں کے مرنے کے بعد دارا شکوہ کو ملی۔ سرائے میاں سلطان، چاہ میاں سلطان، لنڈا بازار کا بہت سا حصہ اسی حویلی کے کھنڈرات پر ہے۔ دہر

کشمیر میں بادشاہ قریباً تین مہینے تک رہا۔ ۲۳ ربیع الاول کو کشتی کے رستے پانپور اور بج بہارہ سے ہوتا ہوا۔ اننت ناگ آیا جو اسلام خاں کی جاگیر میں تھا۔ بادشاہ نے اس کا نام اسلام خاں کے نام پر اسلام آباد رکھا۔ اور یہاں دلنشیں عمارتوں کی تعمیر کا حکم دیا۔

بادشاہ یہاں کشتی کی بجائے تخت رواں پر کہ خود ہی اس کا موجد بھی تھا۔ سوار ہوا۔ ۷۔ ربیع الثانی کو رستے ہی میں جشن قمری کیا قرب وجوار کے محتاجوں، غریبوں اور مستحقین کو خیرات وعطیات سے مالامال کر دیا۔ ۱۷ ربیع الثانی کو بھمبر میں منزل ہوئی۔ جو اس رستے سفر کشمیر کی آخری کوہستانی منزل ہے۔

اسی مقام پر بادشاہ کی پینتالیسویں سالگرہ کا جشن منعقد ہوا۔ شاہی کلاونت جگن ناتھ بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے ہندی دوہڑے سنا سنا کر بادشاہ کو ایسا محظوظ کیا۔ کہ بادشاہ نے حکم دیا اس کو روپیہ سے تولا جائے۔ اس کو تولا گیا۔ تو اس کا وزن ساڑھے چار ہزار روپئے کے برابر نکلا۔ جو بادشاہ کی طرف سے بطور انعام دیدیئے گئے۔

بادشاہ گو اسی رستے کشمیر گیا تھا۔ لیکن روانگی کے وقت معمولی قیام ہوا تھا۔ واپسی پر یہاں اپنی سالگرہ کے جشن کی وجہ سے اسے کئی دن ٹھہرنا پڑا۔ اور اس نئے کئی باتیں اس کے نوٹس میں لائی گئیں

جہانگیر کے سفر کشمیر میں ناظرین نے پڑھا ہوگا کہ علاقہ راجور میں مسلمان ہندوؤں سے لڑکیاں لیتے بھی تھے۔ اور دیتے بھی تھے۔ جہانگیر کو جب قیام راجور کے ایام میں اس کا علم ہوا۔ تو اس نے اس رسم کو مٹانے کے لئے نہایت سخت احکام جاری کئے۔

شاہجہان کھمبر میں تھا۔ کہ اسی قسم کی شکائتیں اسکے بھی گوشگذار ہوئیں۔
اس کو بتایا گیا۔ کہ کھمبر کے مسلمان کلمہ تو پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے معنی نہیں
جانتے۔ اسلام کی تعمیل سے قطعاً بے خبر ہیں۔ ہندوؤں سے رشتہ داریاں
کرتے ان سے بیٹیاں لیتے اور ان کو بیٹیاں دیتے ہیں۔ ہندو کی لڑکی جو
مسلمان کی بیوی ہے مرنے کے بعد دفن کی جاتی ہے۔ اور مسلمان کی
لڑکی جو کسی ہندو کی عورت ہے مرنے کے بعد جلائی جاتی ہے۔ بادشاہ
نے حکم دیا میرے باپ کے احکام کی پھر تجدید کی جائے۔ اور جس
ہندو کے گھر میں کوئی مسلمان عورت ہو اگر وہ ہندو مسلمان ہو جائے
تو عورت کا نکاح از سر نو اس سے کیا جائے۔ اور اگر وہ مسلمان نہ ہو تو
مسلمان عورت کو اس سے علیحدہ کر لیا جائے۔ لیکن قبولیت مذہب کے
معاملہ میں سختی نہ کی جائے۔ کھمبر کا راجہ جو ہندو تھا۔ اور جس کے محل میں کئی
مسلمان عورتیں تھیں مسلمان ہو گیا۔ بادشاہ نے راجہ دولتمند اس کو خطاب
دیا۔ راجہ دولت مند کی تقلید جگہ جگہ ہونے لگی۔ یہانتک کہ گجرات
و کھمبر کے علاقہ میں چار سو ہندو جن کے گھروں میں مسلمان بیویاں تھیں
مسلمان ہو گئے۔ بادشاہ نے مسلموں کو احکام شریعت اور آداب عبادت
سکھانے کے لئے قاضی اور معلم مقرر کئے۔

بادشاہ جب کھمبر سے حوالی گجرات میں آیا تو قصبہ کے مشائخ و سادات
نے یہ استغاثہ پیش کیا کہ کھمبر کی طرح یہاں بھی کئی ہندو مسلمان عورتوں
کو اپنے تصرف میں رکھتے ہیں اور کئی مسجدوں پر انہوں نے قبضہ جما رکھا
ہے۔ بلکہ ان کو مکانات کی شکلوں میں تبدیل کر لیا ہے۔ بادشاہ نے
شیخ محمود گجراتی کو اس مقدمہ کی چھان بین اور تحقیقات کے لئے مقرر کیا

اُس نے تحقیقات کرنے کے بعد بادشاہ کے حکم سے کئی مسلمان عورتوں کو
ہندوؤں کے قبضہ سے نکالا۔ اور متدین اور پرہیزگار مسلمانوں کے
ساتھ اُن کے نکاح کئے۔ کئی مسجدیں ہندوؤں سے واپس لیں جن کی
شکلیں تبدیل کر دی گئی تھی۔ ان کی تعمیر و مرمت کے لئے روپیہ بھی اپنی
سے لیا۔ جن لوگوں نے قرآن مجید کی نہ صرف بے ادبی کی تھی۔ بلکہ مسلمانوں
کی دل آزاری کے لئے مسلمانوں کو دکھا دکھا کر جلایا کرتے تھے
بعد از ثبوت ان کو قتل گاہ میں لے جا کر پھانسی دی گئی۔ بادشاہ
نے حکم دیا۔ کہ مہات شرعی کے متکفل سارے پنجاب میں اس بات
کی تحقیق کریں کہ کہاں کہاں مسلمان عورتیں ہندوؤں کے قبضہ میں
ہیں۔ اور جہاں کہیں ایسی صورت ہو فوراً احکام شاہی کی
تعمیل کرائی جائے۔

بادشاہ۔ ۲۵ رشوال سنہ ۱۰۴۹ھ کو پونچھ کے راستے سے پھر
کشمیر کو روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں بھی ظفر خاں احسن ہی گورنر تھا
اس سفر کی تین باتیں قابل ذکر ہیں ایک تو یہ کہ سلطان مراد (ٹرکی
کا سفیر) ارسلان آقا بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ چونکہ بادشاہ ان
دنوں کشمیر میں تھا۔ اس لئے سفیر روم کو بھی کشمیر ہی میں بلوا لیا
گیا۔ جہاں بادشاہ نے اسکو کشمیر کی خوب سیر کرائی۔

ڈل اور ولر کے کناروں پر نواب علی مردان خاں نے اس کثرت
اور اس خوبی سے چراغوں کی روشنی کرائی۔ کہ بادشاہ بہت خوش ہوا۔
شاہجہان نے سنا کہ ان ایام میں سنگ سفید پر جو سری نگر سے دو تین
منزل کے فاصلہ پر ہے۔ بڑی بہار ہے۔ رستہ ہر چند بڑا دشوار گذار

اور ناہموار بتایا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہاں موقع بے موقع عموماً بارش ہوتی رہتی ہے۔ لیکن بادشاہ نے فرمایا وہ جگہ ضرور دیکھنی چاہئے۔ چنانچہ ضروری سامان کے ساتھ تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ابھی منزل مقصود پر پہونچے بھی نہیں تھے کہ مینہ اس زور سے برسا اور ہوا میں ایسی خنکی پیدا ہو گئی کہ سوار اور پیدل اور انسان اور حیوان سب لرزہ براندام ہو گئے۔ جنس پختہ یا خام جیسی ہمراہ تھی ویسی ہی رہی۔ نہ اسکو کھانے پکانے کی فرصت ملی اور نہ اس کی مناسب احتیاط ہو سکی۔ تین چار روز تک بارش اور ہوا کا برابر ساتھ رہا۔ آسمانوں اور پہاڑوں سے پانی کے نالے بہتے تھے اور پتھروں سے پانی اس زور سے ٹکرا رہا تھا کہ دور دور تک آواز جاتی تھی۔ بلکہ کیچڑ اور پانی کی طغیانی سے راہیں بالکل ناپید ہو گئیں۔ بادشاہ ہمراہیوں سمیت واپس آیا۔ رستے میں پانی کی شدت اور دلدل کی کثرت کی وجہ سے آدمی اور گھوڑے بہت ضائع ہوئے چار کوس کی منزل چھ پہر میں طے کی گئی۔ اور مینہ نے پھر بھی فرصت نہ دی

اس سال طغیانی و سیلاب سے ڈل کے چار ہزار گھر اور دریا کے کناروں پر جو گاؤں آباد تھے ان میں سے چار ہزار گھر اور پرگنات بھمبر وغیرہ کے دیہات میں سے چار سو ستاسی گھر خس و خاشاک کی طرح بہ گئے۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ زراعت کا کیا حال ہوا ہوگا۔ اور قحط کی شدت اور اجناس کی نایابی نے کیا ستم ڈھایا ہوگا۔ سرینگر میں صدہا مکانات منہدم ہو گئے کئی دنوں تک بازار بند رہے۔ اور آمدورفت بالکل موقوف ہو گئی۔

بادشاہ اس مرتبہ ۶ ماہ تک کشمیر رہا۔ لیکن قحط و سیلاب کی خوفناک حالت دیکھ کر ۷۔ جمادی الثانی ۱۰۵۰ھ کو واپس روانہ ہوا۔ اور غرۂ شعبان کو لاہور پہنچ گیا۔

بادشاہ نے لاہور پہنچکر ڈیڑھ لاکھ روپیہ کشمیر کے قحط زدوں لوگوں کی امداد کے لئے بھیجا۔ ظفر خاں احسن ناظم کشمیر نے رعایا کی طرف سے بادشاہ کا شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کیا کہ اگر تیس ہزار روپیہ تخم ریزی کے لئے زمینداروں کو مزید مرحمت ہو۔ تو ملک آبادی و خوشحالی کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ بادشاہ نے اسے منظور کر لیا۔

تیسری مرتبہ بادشاہ ۶ صفر ۱۰۵۴ھ کو لاہور سے کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس زمانہ میں بھی ظفر خاں احسن ناظم کشمیر تھا۔ اسی سفر میں بادشاہ نے چشمہ ویرناگ کی مرمت کا حکم دیا۔ اور چشمہ کے منبع پر ایک آبشار تعمیر کرائی جس کے ایک پتھر پر یہ ؏ از چشمہ بہشت بروں آمدست جُو۔ تاریخ تعمیر کندہ ہے۔

چشمہ بہشت ۱۰۷۳ ۔ جوئے ۱۹ ۔ ۱۰۵۴ھ

بادشاہ کی پیاری بیٹی جہاں آرا بیگم نے جو بادشاہ بیگم کے خطاب سے ملقب تھی صفاپور میں جو بادشاہ بیگم کی جاگیر میں اور اپنی خوبیوں اور اپنے دلکش مناظر کی وجہ سے اسم بامسمیٰ تھا بادشاہ کی ضیافت کی۔ اور مانس بل کے ارد گرد ایسی دیدہ فروز روشنی کی کہ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ شہزادی نے بہت سا نقد و جواہر بادشاہ کی پیشکش میں دیا۔

بادشاہ نے چوتھا یعنی آخری سفر کشمیر جلوس۔ بست و پنجم سنہ ۱۰۶۰ھ و سنہ ۱۰۶۱ھ میں کیا۔ اس سفر میں بادشاہ اپنے بیٹے دارا شکوہ کے مرشد ملا شاہ بدخشانی کی ملاقات کے لئے اس مسجد[۱] میں گیا۔ جو جہاں آرا بیگم نے اپنے بھائی دارا شکوہ کے پیر کی خوشنودی کے لئے چالیس ہزار روپے کی لاگت سے زیارت حضرت مخدوم صاحب کے

۱؎ یہ مسجد افسوس ہے سالہا سال سے موجودہ حکومت کشمیر نے ضبط کر رکھی ہے۔

قرب میں تعمیر کرائی تھی۔ اور جس کے اطراف میں فقراء و طلبا کے رہنے کے لئے مکانات بھی تعمیر کرائے گئے تھے۔ ملا شاہ نے جو اپنی حق آگاہی و صفا کیشی کی وجہ سے پنجاب و کشمیر میں بہت مشہور تھے۔ بادشاہ کی آمد پر ایک نظم پڑھی جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

امروز شاہ شاہاں مہماں شد است ما را ۔ جبرئیل با ملائک درباں شد است ما را

بادشاہ مسجد میں گیا۔ اور حضرت شاہ صاحب کے پاس دیر تک بیٹھ کر ان کی نصیحت آموز باتیں سنتا رہا۔ اس زمانہ میں کشمیر کا گورنر حسن بیگ خاں تھا۔ جس کا عہد حکومت صرف ۱½ سال ہی رہا ہے۔

جب بادشاہ کشمیر میں تھا۔ تو لوگ خشک سالی کی وجہ سے بہت بے چین تھے۔ آخر مینہہ برسا۔ تو ایسا برسا کہ زراعت تو ایکطرف۔ گلزار اور سبزہ زار اور ثمرہ دار درخت سب تباہ ہو گئے۔ اس وقت بادشاہ کو کشمیر میں آئے ہوئے دو ماہ ہو چکے تھے۔ طبیعت اس قسم کے واقعات دیکھ کر بہت پراگندہ ہو گئی۔ فرمایا۔ لاہور اور شاہجہان آباد کے باغات و مرغزار و مصفٰی و مجلی مکانات چھوڑ کر محض حظ نفس کے لئے اس مسافت بعیدہ کو طے کرنا اور مختلف پیرایوں میں خلق خدا کو مصیبت و تکلیف میں مبتلا کرنا خدا پرستوں کے نزدیک مناسب نہیں ہے۔ دریا کے عبور کرنے میں پل جو بہت پرانا تھا۔ ٹوٹ گیا۔ ڈھائی سو آدمی۔ کئی جانور۔ اور بہت سا اسباب دریا میں جا پڑا جس میں سے ایک سو آدمی طعمۂ نہنگ اجل ہو گئے۔ اس سے بادشاہ کی طبیعت اور بھی مکدر ہو گئی۔ اور پھر جبتک کہ وہ بادشاہ رہا۔ یعنی ۱۰۶۸ھ تک کشمیر میں نہیں آیا۔

اورنگ زیب عالمگیر اور جنت کشمیر

سیر کشمیر کا شوق عالمگیر کے لئے جدی ورثہ تھا۔ اکبر جہانگیر۔ شاہجہان ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی کئی دفعہ کشمیر کی سیر سے محظوظ ہو چکے۔ عالمگیر بھی برسوں سے کشمیر کو جنت نظیر سن رہا تھا۔ آخر ششم سال جلوس ۱۰۷۴ ہجری میں رمضان کے مہینہ میں کہ پچیسویں تاریخ تھی۔ قلعہ لاہور سے سفر کشمیر کے لئے باہر نکلا۔

اہل حرم کی کئی پالکیاں ساتھ تھیں۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ فوج۔ لشکر کا انبوہ کثیر تھا۔ شان و شوکت اور جاہ جلال کے ساتھ رستے کے نشیب و فراز کی تکالیف اٹھاتا بعض دلکش مقامات کی سیر کرتا اور کئی کئی دن وہاں ٹھہرتا ذیقعدہ کے مہینہ میں سرینگر پہنچ گیا۔ اس سفر میں کئی جانور اور کئی آدمی پہاڑی دشوار گذار راہوں کی نذر ہو کر غاروں میں گرتے رہے۔ ایک فیل کوہ پیکر بھی پہاڑ کے ڈھلوان سے قلابازیاں کھاتا اپنی لپیٹ میں بہت سے لشکروں اور کئی کنیزوں کو لیکر چاہ عدم میں جا پہنچا۔

کشمیر میں عالمگیر کا ایک نہایت معتبر افسر راجہ رگھناتھ متصدی مہمات دیوانی کے عہدہ پر تھا۔ وہ بادشاہ کی موجودگی ہی میں انتقال کر گیا۔ بادشاہ نے اس کے مرنے کا بڑا غم کیا۔ اور وزارت کا منصب جلیل القدر فاضل خاں میر سامان کو عنایت کیا۔ جو عالمگیر کے آخری عہد حکومت میں کشمیر کا گورنر بھی ہو گیا۔

شاہجہان کے زمانہ سے اناسی ہزار روپیہ بوساطت صدالصدر

ارباب استحقاق کو بلا تمیز مذہب و ملت ملتا تھا۔ اور مہینوں کے حساب سے اس کی تقسیم اس طرح ہوتی تھی۔ محرم اور ربیع الاوّل میں بارہ بارہ ہزار روپیہ رجب میں دس ہزار روپیہ شعبان میں پندرہ ہزار روپیہ رمضان میں۔ بیس ہزار روپیہ۔ باقی سات مہینے خالی رہتے تھے۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ اس خیرات کے علاوہ باقی سات مہینوں میں دس دس ہزار روپیہ فی ماہ کے حساب سے خیرات دی جایا کرے۔ غرض سالانہ خیرات کی رقم جو اناسی ہزار تھی۔ اب ایک لاکھ انچاس ہزار تک کر دی گئی۔

"بادشاہنامہ عالمگیری" نے اس بات کی تصریح نہیں کی کہ یہ خیرات سارے ہندوستان کے لئے تھی۔ یا صرف کشمیر کے لئے لیکن اس کا ذکر چونکہ کشمیر کے حالات میں ہے اس لئے خیال غالب ہے کہ اس خیرات کا تعلق کشمیر ہی سے ہے۔

۱۷ ذیقعدہ کو بادشاہ کی عمر کا ستاونواں سال شروع ہوا جشن قمری میں کئی مستحقین کو انعام و اکرام ملے۔ اسی جگہ بادشاہ کو اپنے وزیر اعظم فاضل خاں کے متعلق جس کی عمر ستر سال کی تھی۔ اطلاع ملی۔ کہ وہ یگانہ روزگار جامع العلوم ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گیا۔ لاہور میں اس نے اپنا مقبرہ بنوایا تھا۔ وہیں دفن ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ کو اس کے مرنے کا بہت سخت صدمہ ہوا۔ یہانتک کہ عید الضحیٰ کا دربار اور تمام مراسم ملتوی کر دئے گئے۔ فاضلخاں کا بھتیجہ بادشاہ کے پاس آیا۔ اس کو تسلی و تشفی دینے کے بعد خلعت و منصب عطا کیا گیا۔

بادشاہ نے ڈل کی سیر کی ڈل کے دونوں طرف چراغاں کیا گیا۔
عجب کیفیت تھی۔ یہاں سے ویری ناگ کے چشمہ پر گیا۔ جہاں
اس کے باپ (شاہجہان) اور دادا (جہانگیر) نے دلنشیں اور
خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائی تھیں۔ اور افسوس ہے آج جن میں سے
بہت سی مٹ چکی ہیں۔ اور بہت سی کھنڈرات کی صورت میں موجود
ہیں۔ صرف چشمہ کے گرد جو چاروں طرف عمارت ہے وہ موجود ہے
گو اس کی حالت بھی ابتر ہے۔ پان پور میں زعفران زار کو دیکھا۔
لیکن کچھ رستے کی تکلیفات۔ آدمیوں اور جانوروں کے اتلاف۔
اور وزیر اور دیوان کی موت کی وجہ سے بادشاہ کا غنچۂ خاطر گلستان
کشمیر میں ناشگفتہ ہی رہا۔ بلکہ فرمایا کہ ضروری امورات ملکی کے بغیر
یہاں صرف سیر و شکار کے لئے بادشاہوں کا آنا رائے صائب کے
خلاف ہے۔ آخر بادشاہ تین ماہ کے قیام کے بعد سفر کو لاہور واپس
چلا آیا۔

تمام شد

تاریخ حریت اسلام

اس قدر ضخیم کتاب کا چند ماہ کے اندر ہی ایک ایڈیشن ختم ہو جائے اور دوسرا ایڈیشن چھپنے سے پیشتر ہی پانچ چھ سو کے قریب درخواست جمع ہو جائے اس سے زیادہ اس کی قبولیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ یہ فخر صرف تاریخ حریت اسلام ہی کو ہے جس میں زمانہ رسالت عہد خلافت خلفائے بنی اُمیہ و عباسیہ عہد بنی بویہ و قیہ دولت ہسپانیہ و غزنویہ کے علاوہ ترکی مصر الجزائر و مراکش اور فرمانروایان ہند و خاندان افاغنہ غلامان و عہد مغلیہ وغیرہ اور سلطان بادشاہان دکن بندھ و گجرات۔ کشمیر کے عہد ہائے گذشتہ کے راست باز حق گو حق پرست بزرگوں کے حیرت خیز و جرأت آفریں اور ولولہ انگیز استقلال اور جوش و ایثار کے حریت آموز حالات اور عدل و انصاف حریت و مساوات خدا ترسی و پاکیزہ نفسی کے حامی بادشاہوں کے سبق آموز واقعات کے علاوہ پرستاران حق و صداقت اور فدائے مذہب و ملت عورتوں کے سوانحات عمر درج ہیں۔ دوسرا ایڈیشن چار سو صفحہ سے زائد مجلد ہے اس کتاب کے متعلق جو رائیں ملک کے نامور علم دوست اصحاب اور ممتاز لیڈروں اور قومی اور اسلامی اخبارات نے ظاہر کی ہیں وہ مصنف کے لئے قابل فخر و عزت ہیں یہ تاریخ قومی اور اسلامی مدارس میں بطور انعام دی جاتی ہیں بعض میں بطور نصاب داخل ہے اور بعض میں سپلیمنٹری ریڈر کے طور پر پڑھائی جاتی ہے۔ پبلک اور اسلامی و تحصیل لائبریریوں نے بھی اسکو خرید لیا ہے اور سررشتہ تعلیم پنجاب نے سکولوں اور لائبریریوں کے لئے اس کی خریدنے کی سفارش کی ہے اس تاریخ کو ملک تمام برگزیدہ اصحاب نے اسلامی لٹریچر میں بہترین اضافہ تسلیم کیا ہے قیمت تین روپے خرچ ڈاک ۸؍ کل رقم (بھیجے)

ملنے کا پتہ: ظفر برادرس تاجران کتب ظفر منزل لاہور

تاریخ حریت اسلام

نقل چٹھی ۸۶۹ مورخہ ۲۶-۹-۳۳ منجانب ایچ ۔ ایل ۔ بنگ ہارسن صاحب بہادر

سکرٹری پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی لاہور

بنام ایڈیٹر اخبار کشمیری لاہور

نے آپ کی کتاب "تاریخ حریت اسلام" کیلئے جو چھپیدہ دنوں پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کے زیر تجویز تھی ۔ پنجاب کے اینگلو ورنیکلر اور ورنیکلر سکولوں کی لائبریریوں کے لئے جو منظوری کی سفارش کردی ہے۔

نقل سرکلر ۱۵ مورخہ ۹-۵-۳۳ منجانب ڈائرکٹر صاحب

پبلک انسٹرکشن پنجاب

بنام تمام ڈپٹی کمشنر صاحبان ۔ ڈویژنل و ڈسٹرکٹ انسپکٹران آف سکولز چیف انسپکٹرس آف سکولز ۔ انسپکٹرس آف سکولز ۔ اعلیٰ افسران گورنمنٹ کالج و سکولز ۔ ہیڈ ماسٹر صاحبان اینگلو ورنیکلر ہائی و اسکنڈری سکولز و منیجر صاحبان ایڈڈ و منظور شدہ سکولز پنجاب و سپرنٹنڈنٹ صاحب بورسٹل انسٹی ٹیوشن لاہور

۹ ر اگست ۱۹۳۳ء

جناب من! مندرجہ ذیل کتب کے لئے انعامی کتب اور سکولز لائبریریوں میں خریدے جانے کی سفارش کی جاتی ہے۔

قیمت	نام شائع کنندہ	نام کتاب	نمبر شمار
تین روپے [illegible]	کشمیری اخبار لاہور	"تاریخ حریت اسلام" مصنفہ منشی محمد الدین فوق	۱۸

(مطبوعہ کریمی پریس لاہور باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر)